# عالم اسلام کے خلاف نیا حربہ

امریکی کانگریس نے "مذہبی مواخذہ سے آزادی" کے ایک بل کی منظوری دی ہے جس کے تحت امریکی صدر ایسے ممالک پر پابندیاں عائد کر سکیں گے جن پر مذہبی آزادی کے منافی قوانین اور اقدامات کا الزام ہو۔ اس بل سے ۷۷ ممالک میں مذہبی آزادیوں کی نگرانی اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے نو ارکان پر مشتمل ایک کمشن تشکیل دیا جائے گا جس کا دفتر نیشنل سکیورٹی کونسل میں ہوگا۔ جبکہ ایک سفیر کا تقرر کیا جائے جو ان ممالک میں مذہبی صورتحال کا جائزہ لے گا۔ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے الزامات کے باوجود امریکہ اب تک اسلام اور مسلمانوں کا گھیرا تنگ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا حالانکہ کمیونزم کے خاتمے کے بعد سابق صدر نکسن اور موجودہ امریکی نائب صدر الگور اپنے دانشوروں اور عوام کو یہ باور کرا چکے ہیں کہ اب ان کا ہدف اسلام ہونا چاہئے کیونکہ یہی حقیقت میں امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ حضرت علامہؒ نے کئی عشرے قبل "شیطان بزرگ" کی اس سوچ کی عکاسی ان الفاظ میں کر دی تھی۔

مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے

چنانچہ گزشتہ کئی برسوں سے امریکہ ہر سطح پر اسلام، عالم اسلام اور مسلم عوام سے نمٹنے کی طے شدہ پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہ امریکی صدر کلنٹن تو نہ صرف امریکہ میں فروغ اسلام کا اعتراف کرتے ہوئے اس عظیم مذہب کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ ان کی اہلیہ ہیلری کلنٹن بھی اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اچھے جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں نئے امریکی سفیر جناب میلام بھی امریکی عوام اور مسلمانوں کے مابین غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں اور پاکستانی دانشوروں سے یہ اپیل بھی کر رہے ہیں کہ امریکہ اور پاکستان کے درمیان بڑھتے فاصلے کم ہونے چاہئیں مگر امریکی کانگرس مذہبی آزادیوں کا بل منظور کر کے پاکستان، ایران، سعودی عرب، افغانستان، سوڈان ایسے مسلم ممالک میں ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کا اہتمام کر رہی ہے جو بیرونی اشارے پر یا اپنی ذہنی بے راہروی کے نتیجے میں اسلامی عقائد، شرعی قوانین، مسلم عوام کے جذبات واحساسات کا احترام کرنے سے قاصر ہیں۔

امریکہ اور یورپ میں جوں جوں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیل رہی ہے اور تہذیب مغرب سے تنگ آئی نوجوان نسل یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے کہ آخر اسلام ہے کیا اور چودہ سو سال بعد بھی مسلمان اپنے عقیدے، اپنے رسول ﷺ، اپنی کتاب کے بارے میں اتنے حساس کیوں ہیں؟ ان کے راسخ العقیدہ ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟ یہودی دانشوروں اور سرمایہ کاروں کے فریب میں مبتلا عیسائی دنیا بالخصوص امریکہ کے لامذہب حکمران اور دانشور اسلام اور مسلمانوں کو اپنا مد مقابل سمجھ کر اس سے نمٹنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ یہودن مونیکا لیونسکی کے معاملے کو بھی اسی لیے بعض لوگوں نے یہودیوں کی چال قرار دیا ہے کہ کلنٹن فلسطین کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اسرائیل پر دباؤ ڈال رہے تھے اور انہوں نے اپنی انتخابی مہم میں مسئلہ کشمیر حل کرانے کا وعدہ بھی کیا تھا جو یہودیوں کو پسند نہیں تھا۔ کوئی عجب نہیں یہودیوں نے کلنٹن ایسے مسٹر سیکسن کو پھانسنے کے لیے مونیکا ایسی لڑکی کو بطور کڑکی استعمال کیا ہو۔

امریکی صدر کلنٹن کے برعکس الگور یہودیوں کی پسندیدہ شخصیت ہیں جو اسلام دشمنی اور صیہونیت نوازی کی وجہ سے دورہ اسرائیل میں صدر کے برابر پروٹوکول لے چکے ہیں اور کلنٹن کے مواخذہ کی صورت میں امریکی صدر بن سکتے ہیں۔ اس صورت میں مذہبی آزادیوں کا قانون ان کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار ہو گا جو مسلمانوں کے خلاف آسانی سے استعمال کیا جا سکے گا۔ امریکی ذرائع ابلاغ کو بھی چونکہ یہودی کنٹرول کرتے ہیں اس لیے انہوں نے ایک طے شدہ حکمت عملی کے ذریعے مسلمانوں کو دہشت گرد اور بنیاد پرست کے روپ میں مذہبی آزادیوں کا مخالف ثابت کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار افراد اور گروہوں کو عظیم مجاہد قرار دینے والا امریکہ اور اس کا میڈیا اب طالبان کو انتہا پسند، بنیاد پرست اور مذہبی آزادی کا مخالف قرار دینے پر تلا ہوا ہے۔ اسامہ بن لادن جب تک کمیونزم کے خلاف لڑ رہا تھا تو سعودی عرب کے شاہی خاندان کو اس کی مالی امداد کے لیے آمادہ کیا جاتا رہا مگر اب اس واقعہ بن لادن کے علاوہ سعودی شاہی خاندان کے خلاف اچھالا جا رہا ہے۔ سعودی عرب اپنے اثر ورسوخ، پاکستان اپنی ایٹمی حیثیت سے سٹریٹجک پوزیشن جبکہ ایران وافغانستان وسطی ایشیا کا دروازہ ہونے کی وجہ سے امریکہ کی یہودی لابی کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ اس لیے ان ممالک کا نمدہ کسنے کے لیے مذہبی آزادی کا قانون لایا گیا ہے تاکہ پریسلر، گلین سنگٹن ترامیم سے جو مقاصد حاصل نہیں ہو سکے، وہ حاصل کیے جائیں اور یہ ایسا امریکہ کر

رہا ہے جس کے عیسائی مشنریوں کے سکول یا مشنری اڈے قیام پاکستان سے بھی پہلے کے سا نگلہ ہل ایسے قصبوں میں کھلے ہوئے ہیں۔

امریکہ، یورپ اور وہاں کے عیسائی و یہودی یہ سمجھنے سے ہی قاصر ہیں کہ مسلمان اپنے عقائد، اپنی مقدس شخصیات بالخصوص رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات اور اپنے مذہب کے بارے میں کس قدر سریع الحس ہیں۔ امریکہ و یورپ نے اب تک سلمان رشدی اور سلیمہ نسرین کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو ٹٹولنے کی جو کوششیں کی ہیں، اس کا علم کس کو نہیں مگر اس کے باوجود مادر پدر آزاد این جی اوز اور ایسی اقلیتوں کے ذریعے جو اپنے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے معاشرے میں ایڈجسٹ نہیں کر سکیں، توہین رسالت ﷺ کا قانون ختم کرانے اور مختلف مسلم ممالک میں شرعی قوانین کے نفاذ کا راستہ روکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ پاکستان میں بھی ایک عرصہ سے جلسے جلوسوں کا سلسلہ جاری ہے مگر مسلم عوام کا بداؤ حکمرانوں کو ان سامنے جھکنے سے روک رہا ہے۔ اب شریعت بل کے نفاذ پر اگرچہ اقلیتی ارکان قومی اسمبلی نے بھی مسرت کا اظہار کیا ہے لیکن بعض مسلم ارکان پارلیمنٹ کو اس پر اعتراض ہے اور انہوں نے اس کے حق میں ووٹ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آزاد خواتین کی ایک تنظیم نے پارلیمنٹ کے باہر مظاہرہ بھی کیا ہے جس کی وجہ سے یہ خدشہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ مذہبی آزادی کا قانون منظور ہو جانے کے بعد امریکہ اور عالم اسلام کے مابین بگاڑ کی ایک نئی صورت پیدا ہوگی۔ آخر واشنگٹن پانچ درجن آزاد خود مختار مسلم ممالک میں اپنی مرضی اور معیار کی مذہبی آزادیوں کا اہتمام کس طرح کر سکتا ہے اور عالم اسلام سے مسلسل محاذ آرائی کا واحد سپر پاور کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس لیے مسٹر میلام اور امریکی صدر کلنٹن کا فرض ہے کہ وہ کانگریس اور دوسرے اداروں کو یہ سمجھانے کی کوشش کریں کہ مذہبی آزادی کے پردے میں اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانا کی امریکی پالیسی خود ہمارے اپنے مفاد میں نہیں۔ جب امریکہ میں لاکھوں مسلمان بستے ہیں اور انہوں نے امریکی قوانین کا احترام کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک مہذب، شائستہ اور دوسروں کے حقوق کا ادراک رکھنے والی قوم سے تعلق رکھتے ہیں تو پھر مسلسل ایسے اقدامات کا کیا فائدہ جس کے نتیجے میں مسلم ممالک کے عوام کے جذبات کو انگیخت ملے اور امریکہ کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو۔ اس طرح وہ سیاہ امریکہ مسلموں کو بھی دعوت پیکار دے رہا ہے۔ بنا بریں صدر کلنٹن کو پہلی فرصت میں یہ بل ویٹو کر کے دنیا میں ایک فوری نئے تنازعہ کو ہوا نہیں دینی چاہیے۔ مسلم دنیا کو بھی اسلامی کانفرنس کی سطح پر اس کا فوری نوٹس لینا چاہیے۔ یہ مسلمانوں

کو اپنے عقائد اور دینی تصورات کے حوالے سے سزا دینے کی امریکی پالیسی کا حصہ ہے جسے کوئی بھی غیرت مند مسلمان برداشت نہیں کرے گا۔ اگر یہودیوں کے زیر اثر امریکی انتظامیہ صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کرنا چاہتی ہے تو پھر عالم اسلام کو بھی اس کی تیاری کرنی چاہئے اور ثابت کرنا چاہئے کہ وہ اپنے عقیدے اور فکر کے حوالے سے امریکی ڈکٹیشن قبول کرنے پر آمادہ نہیں اور اپنے دین مبین کا دفاع کرنے کے قابل ہیں اور نام نہاد "سپرپاور" کو اس دخل در معقولات کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کے نزدیک واحد سپرپاور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(اداریہ روزنامہ نوائے وقت' ۱۲۔ اکتوبر ۹۸ء)

جدیدیت کا اسلام پر ایک اثر یہ ہوا ہے کہ اس نے بہت سے لوگوں کی نظروں میں اس کو محض شریعت کے ساتھ مختص کر دیا ہے جو اسلام کی صرف ایک بعد (پہلو) ہے اور اس طرح اسے ان بہتیرے عقلی ہتھیاروں سے علیحدہ کر دیا ہے جو اس کے قلعے پر جدیدیت کے حملے کو روک سکتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی روایت میں شریعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے لیکن بہت سے وہ عقلی چیلنج جو جدیدیت کے پیدا کردہ ہیں مثلاً" نظریہ ارتقا' عقلیت پسندی' وجودیت' لا ادریت اور اسی قسم کے اور دوسرے' ان سب کا جواب محض عقلی طور پر ہی دیا جا سکتا ہے' قانونی طور پر نہیں۔ نہ ہی ان کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ ان مسائل سے نظریں پھیر لی جائیں یا ان سے قطع تعلق کر لیا جائے اور یہ توقع کی جائے کہ کسی جادو کے اثر سے شریعت اور سائنس و ٹکنالوجی ایک دوسرے سے متحد ہو جائیں گے۔ جدید خیال سے اسلام کا کامیاب مقابلہ محض غصے کے اظہار یا اپنی پارسائی جتا کر نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اس وقت ہو سکتا ہے جب جدید خیال کو مکمل طور پر اس کی جڑوں اور شاخوں سمیت سمجھ لیا جائے اور یوں پوری اسلامی روایت کو ان بڑے بڑے مسائل کے حل کے لیے بروئے کار لایا جائے جو جدیدیت نے اسلام کے لیے کھڑے کر دیے ہیں۔ اس کام میں مرکزی حیثیت اس عقل یا حکمت یا حقیقت کی تجدید ہے جس کی جگہ اسلامی وحی کے قلب میں ہے اور وہ اس وقت تک محکم رہے گی جب تک انسان' انسان رہتے ہیں اور اپنی الوہی فطرت اور خدا کی عبودیت کے احساس کے ساتھ اس کے وجود کی شہادت دیتے ہیں کہ یہی کیفیت انسانی وجود کی اصل غایت ہے۔

(سید حسین نصر' "جدید دنیا میں روایتی اسلام")